THE MOHAMMEDAN SOCIAL REFORMER

تہذیب الاخلاق

جلد ہفتم] یکم جمادي الاول سنہ ۱۳۰۷ نبوي سنہ ۱۲۹۳ ھجري [نمبر ۵

حب القوم من الایمان فمن یسع في اعزاز قومہ انما یسعی في اعزاز دینہ

اطلاع

تشریح قیمت و مصرف منافع
تہذیب الاخلاق

جسقدر روپیہ بابت اس پرچہ کے بطور چندہ خواہ بطور قیمت وصول ہو وہ کسي خاص شخص کي ملکیت نہوگا بلکہ اس پرچہ کے اجرا و ترقي میں صرف کیا جاویگا *

جن دوستوں نے شریک ہوکر اس پرچہ کو جاري کیا ہی اور ساٹھہ روپیہ سالانہ اس پرچہ کے اجرا کے لیئے بطور امداد دیتے ہیں وہ اس پرچہ کے متعلق معاملات میں بطور ممبر کے متصور ہیں انکو اختیار ہی کہ اگر چاہیں تو اور کسي کو بھي بطور ممبر اپنے ساتھہ شریک کریں اور جو شخص اس طرح پر شریک ہوگا اسکو بھي ساٹھہ روپیہ سالانہ دینا ہوگا *

یہہ پرچہ ہر مہینے میں ایک بار یا دو بار یا تین بار جیسا کہ مقتضاے مضامین ہوگا چھپا کریگا خریداروں کو چار روپیہ سالانہ قیمت پیشگي دیني ہوگي اور ہر خریدار اس سال رواں کے شروع سے جس میں وہ خریدار ہوا ہی خریدار تصور ہوگا اور اخراجات روانگي پرچہ سے ان کو کچھہ تعلق نہوگا *

اگر کوئي شخص کوئي خاص پرچہ خریدنا چاہیگا اسکو فی پرچہ چار آنہ معہ اخراجات روانگي پرچہ دینا ہوگا بشرطیکہ وہ پرچہ زاید دفتر میں موجود ہو *

اطلاع

بخدمت ممبران و خریداران و ناظرین
تہذیب الاخلاق

اس پرچہ کي بابت جس صاحب کو کچھہ خط و کتابت کرني منظور ہو یا خریداري اس پرچہ کي مد نظر ہو یا کوئي مضمون اس پرچہ میں مندرج ہونے کے لیئے بھیجنا ہو یا زر قیمت اخبار یا زر چندہ یا کچھہ روپیہ بطور ڈونیشن کے عنایت فرمانا ہو تو سید احمد خاں صاحب بہادر سي ایس آئي پاس بمقام بنارس بھیجا جاوے غرض کہ تمام خط و کتابت بابت اس پرچہ کے انھیں سے کي جاوے کیونکہ یہہ پرچہ علیگڈہ میں چھپ کر ان کے پاس چلا جاتا ہی اور وہاں سے تقسیم ہوتا ہی اور تمام حساب و کتاب اس کا سب ان کے پاس رہتا ہی *

اس پرچہ میں صرف مضامین مفیدہ جو مسلمانوں سے متعلق ہیں چھاپہ ہوتے ہیں اور اس سبب سے اخبار امصار و دیار اس میں مندرج نہیں ہوتے مقصود اس پرچہ کے اجرا سے یہہ ہی کہ مسلمانوں کي حسن معاشرت اور تہذیب کي ترقي ہو اور جو غلط اوہام مذہبي اس ترقي کے مانع ہیں اور در حقیقت وہ مذہب اسلام کے برخلاف ہیں وہ بھي مٹائے جاویں *

مضمون نمبر ۲۳۹

حضرت عیسیٰ

مسیح

ابن مریم رسول اللہ

اور

صلیب

" وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله "
" وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم و ان الذين "
" اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا "
" اتباع الظن و ما قتلوه يقيناً — بل رفعه الله اليه "

[نساء ۲۲ ع آیت ۱۵۹]

ترجمہ — اور یہود کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کیا حالانکہ نہ اس کو قتل کیا ہی اور نہ صلیب دیکر مارا ہی لیکن ان کے آگے صورت بن گئی اور جو لوگ اس میں نئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہہ شک میں پڑتے ہیں اُن کو اسپر یقین نہیں مگر اٹکل پر چلتے ہیں اور اُس کو مارا نہیں یقیناً بلکہ اس کو خدا نے اپنی طرف اُٹھا لیا ۔

۲ حضرت عیسیٰ نہ تو تلوار سے یا پتھروں سے مار ڈالے گئے اور نہ صلیب پر مارے گئے لیکن اُن کے قتل کرنے والوں کو دھوکا ہوگیا یا اُن سے اصل بات پوشیدہ ہوگئی یا اُن کو حضرت عیسیٰ کی موت کا شبہ ہوگیا حالانکہ وہ یقیناً نہیں مرے تھے البتہ وہ تین گھنٹہ تک صلیب پر اذیت سے لٹکتے رہے اور پھر اُتار لیئے گئے — صلیب پر مصلوب ہونے سے جلدی کوئی شخص نہیں مرجاتا بلکہ کئی روز تک لٹکنے سے دھوپ کی تپش اور بھوک کی شدت اور زخموں کی تکلیف سے البتہ مرجاتا ہی یہہ معاملہ حضرت عیسیٰ کے ساتھہ نہیں ہوا — اور جب وہ اُتار کے ایک قبر میں رکھے گئے تو اُن کو کہ وہ ابھی زندہ مگر غشی میں تھے بعض مخلص مومنوں شب کو مقبرہ سے نکال کے گھر میں کہیں پوشیدہ لے گئے اور پھر حضرت عیسیٰ بعض حواریوں کو زندہ نظر آئے مگر یہود کی عداوت اور رومیوں کے اندیشہ سے کہیں دیہات میں اپنے قرابتداروں کے ساتھہ رہتے تھے پھر خدا نے اُن کو اُٹھا لیا یعنی اپنی موت طبعی سے مرگئے اور خدا کے پاس چلے گئے اور اُس کے داہنے ہاتھہ جگہہ پائی — یہہ بیہودہ باتیں مجازاً

اور قضیاناً کہی جاتی ہیں — جو لوگ یہہ سمجھتے تھے کہ ہم نے اُن کو مارڈالا قرآن مجید اُن کو جھٹلاتا ہی اور جو لوگ یہہ سمجھتے تھے کہ اُن کی صورت کا ایک دوسرا آدمی پکڑا گیا اُن کو بھی قرآن مجید جھٹلاتا ہی اور کہتا ہی کہ اُن کو علم قطعی نہیں ہی اٹکل پر چلتے ہیں اور پھر اصلی حقیقت بتلاتا ہی کہ اصل بات ایسی دب گئی یا پوشیدہ ہو گئی ؛

۳ اب ہم انہیں مقدمات کو مفصل اور مدلل بیان کرتے ہیں ۔

(ا) یہودیوں کی بے ایمانی اور سخت مکاری اور شدید ریاکاری سے حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ پر اضلال کا اتہام لگایا گیا اور تکفیر کا فتویٰ دیا گیا ٹھیک ٹھیک جیسا کہ اس زمانہ میں یہود ھذہ الامۃ کررہے ہیں — وہ حضرت عیسیٰ کو مضل کہتے تھے (متی $\frac{۲۷}{۶۳}$ یوحنا $\frac{۷}{۱۲}$) ۔

(ب) ایسے شخص کی سزا یہود کی شریعت میں سنگساری سے قتل کرنے کی تھی (کتاب احبار $\frac{۲۴}{۱۴}$ و مابعد و کتاب استثنا $\frac{۱۳}{۱}$ و ما بعد) ۔

۴ مگر حضرت عیسیٰ پر کچھہ صرف مذہبی جرم ہی قایم نہیں ہوا تھا بلکہ بے ایمان یہودیوں نے اُن پر بغاوت کا جرم بھی شروع کردیا تھا تاکہ حکام وقت کو اُن کی سزا پر توجہہ ہو — یہی وجہہ تھی کہ پلاطس نے حکم دیا ورنہ وہ یہود کے مذہبی الزامات کی کچھہ پروا نہ کرتا اور اسی لیئے وہ سنگسار نہیں کیئے گئے جو کہ یہود کی شرعی سزا تھی بلکہ صلیب پر چڑھا کے مار ڈالنے کی تجویز ہوئی کیونکہ یہہ رومیوں کی سزا تھی ۔

۵ یہود کے کاہنوں نے جو موت کا فتویٰ دیا تھا وہ بغیر رومی گورنر کی منظوری کے نافذ نہیں ہوسکتا تھا اسلیئے ضرور ہوا کہ پلاطس کے دربار میں حضرت عیسیٰ کو لیجاویں اس حاکم نے تحقیقات کے بعد حکم دیا کہ میں اس شخص پر کوئی جرم نہیں پاتا مگر یہود نے پھر غل مچوایا (یہود وہاں حاضر نہ تھے یوحنا $\frac{۱۸}{۲۸}$) اور اخیر کو اس حاکم کے دل میں یہہ بات آئی کہ حضرت عیسیٰ مجرم نہیں مگر عید فصح کے روز ایک مجرم چھوڑ دیا جاتا ہی اسلیئے اس نے یہود سے کہا کہ تمہاری عادت کے موافق میں اُنکو چھوڑ دیتا ہوں تب پھر یہودی چلائے اور سب حاضرین سے کہلوایا کہ یسوع باربان چھوڑ دیا جاوے اتفاق سے اس مجرم کا بھی نام یسوع تھا اور باربان لقب تھا (دیکھو رینان کی تاریخ مسیح باب ۲۳ ص ۲۷۹ سنہ ۱۸۹۵ع) ۔

۶ بالآخر حضرت عیسیٰ کو مقام جلجلہ میں لاکر صلیب سے باندھا — صلیب دو لکڑیوں سے جو باہم متقاطع ہوں بنی ہوتی ہی

ايسي † اور مصلوب كے دونوں هاتھوں ميں ميخيں ٹھوک ديتے تھے اور پيروں ميں بهي ميخيں ٹھونكتے تھے يا كبهي كبهي هاتھہ اور پير رسي سے باندہ ديتے تھے (هارن كي كتاب جلد ۳ ص ۱۵۷) اور جو لكڑي صليبي شكل كي هوتي تهي اُس كے بيچ ميں ايک لكڑي لگي رهتي تهي جو مصلوب كے بيٹھنے كي جگهہ بن جاتي تهي ورنه بغير اس كے مصلوب كا دھڑ نيچے كو لٹک آتا اور ميخوں سے هاتھہ نكل جاتے — (ديكهو پاسر هوم آريانيوس جو پهلي صدي ميں تها اور جسٹن جو دوسري صدي ميں تها اُن كے كلام سے معلوم هوتي هے ارتها ريتان باب ۲۵ ص ۴۸۷) — حضرت عيسى كو بهي يهہ سب اذيتيں اوٹهاني پڑيں مگر يهہ بات صاف معلوم نهيں هوتي كه اُن كے پير ٹھونكے گئے تھے يا باندھے گئے تھے كيونكه بعد واقعہ صليب جب حضرت عيسا بعض عيسائيوں سے ملے تو لوک كي روايت ميں هے كه اُنهوں نے اپنے هاتھہ اور پاؤں نشان كے ليئے دكهلائے (لوک $\frac{۳۹}{۲۴}$) مگر يوحنا كي روايت ميں هے ($\frac{۲۰}{۲۷}$) كه هاتھہ دكهلائے — لوک نے بچشم خود نه ديكها هوگا اور يوحنا نے شايد ديكها هو ٭

۷ مصلوب كے ليئے جهاں اور سختياں تهيں وهاں ايک بڑي مصيبت يهہ بهي تهي كه وه همارے زمانه كي پهانسي كي طرح فوراً يا جلد نهيں مرجاتا تها بلكه تين چار دن تک اُس پر لٹكنے يا بندھے رهنے ميں بهوک كي شدت پياس † كي سختي زخموں كي تكليف اور دهوپ كي تپش سے مرتا تها اور جو كوئي قوي مزاج كا آدمي هوتا تها وه صرف بهوكوں كا مارا مرتا تها — يهہ بات كه صليب پر تين يا چار دن تک موت نهيں آتي تهي پطرونيوس طيطارس كي شهادت سے (كتاب سطيري كان ۱۱۱ وغيره) جو پهلي صدي عيسوي ميں نقيرو شهنشاه روم كا دوست تها اور شيخ ازيعبوس كي شهادت سے (تفسير انجيل متي مطبوعه لو سيكارطي ص ۹۳ وغيره) جو تيسري صدي عيسوي ميں مذهب عيسوي كا مستند اور معتمد بزرگ گذرا هے ثابت هے (ديكهو ارنسط رينان كا تذكرة مسيح ص ۴۹۰) اور كوي مزاج آدمي كا صرف بهوک كے صدموں سے مرنا يوسي بيس پمفلي (جو قيصريا ميں اسقف اور تيسري اور چوتهي صدي ميں تها) كي تاريخ كليسا $\frac{۸}{۸}$ سے ثابت هے (ايضاً ص ۴۹۱) ٭

اِس ليئے جب پلاطس سے يوسف نے حضرت عيسى كے دفن كي اجازت مانگي تو وه بهت متعجب هوا كه ايسي جلدي مرگئے (مرقس $\frac{۱۵}{۴۴}$) ڈاكٹر اي كلارک نے تفسير انجيل متي $\frac{۲۷}{۵۰}$ ميں لكها هے كه ايسي كئي ايک مثاليں هيں كه شخص مصلوب ايسي شدت كے عذاب ميں كئي دن تک زنده رها هے (ديكهو هارن كي تفسير ج ۳ ص ۱۵۷ سنه ۱۸۲۸) ٭

۸ حضرت عيسى كے شاگرد تو سب بهاگ گئے تھے اور صليب كے وقت كوئي حاضر ماجرانه تها — هاں دور كهڑي هوئي كچهہ عورتيں اور جو لوگ حضرت عيسى كو جانتے تھے ديكهہ رهے تھے (متي $\frac{۲۷}{۵۵}$ و $\frac{۲۷}{۵۶}$ مرقس $\frac{۱۵}{۴۰}$ و $\frac{۱۵}{۴۱}$ لوق $\frac{۲۳}{۴۹}$) مگر يوحنا كي انجيل ميں هے $\frac{۱۹}{۲۵}$ كه وه صليب كے پاس كهڑے تھے — مگر كتنے هي پاس هونگے تب بهي دشمنوں كے خوف اور سپاهيوں كے انتظام كي وجهہ سے دور ضرور هونگے يوحنا نے آپ كو پاس بتلايا صرف اس وجهہ سے هے كه اُنهوں نے حضرت عيسى كي بات سن لي ٭

۹ صليب والا دن عيد فصح كا دن تها دوپهر كے وقت يهہ واقع صليب پيش آيا اور اب تهوڑي دير كے بعد سبت شروع هوگے كو تها اور سبت بهي كيسا كه معمولي طور كا نهيں بلكه ايک خاص طور كا جس ميں اُن كو بڑا اهتمام اور مذهبي احترام تها — اور يهہ بهي شريعت يهود ميں حكم تها كه شخص مقتول (بجرم) يا مصلوب كي لاش اُسي دن دفن كردي جاوے (كتاب استثنا $\frac{۲۱}{۲۲}$ و $\frac{۲۱}{۲۳}$ و يوشع $\frac{۸}{۲۹}$ و $\frac{۱۰}{۲۷}$ و تاريخ يوسيفس مورخ يهود كتاب ۴ و ۵ كتاب احاديث يهود يعني مشنا (سنهدريم $\frac{۶}{۵}$) مگر يهود كے هاں يهہ دستور تها كه پهلے سنگسار كركے مار ڈالتے تھے تب صليب پر لٹكاتے اور اب جب سے كه اُن كي حكومت جاتي رهي اور روميوں كا قانون جاري هوا سنگساري كي رسم موقوف هوگئي تو اب يهود كے حساب سے شخص مصلوب مرے يا نه مرے مگر اُسي دن اُس كو صليب پر سے اُتارنا چاهيئے — پس ان وجوه سے يهوديوں نے نه تو كچهہ معامله صليب ميں اهتمام كيا بلكه نهايت جلدي چاهي اور نه بعد صليب حضرت عيسى كو صليب سے متعلق رهنے ديا بلكه حكام روميه سے درخواست كي كه حضرت عيسى كي ٹانگيں توڑ كے اُتروالي تاكه اُن كي لاش سبت كو لٹكتي نه رہ جاوے (ديكهو يوحنا كي انجيل $\frac{۱۹}{۳۱}$) يهہ ٹانگيں تڑوانا بهي كسي غرض سے تها كيونكه اُن كو معلوم تها كه مطلق صليب پر لٹكانے

---

† حضرت عيسى كو صليب پر پياس كي شدت ميں سركا ايک اسفنج كے ذريعه سے پلايا گيا تها (متي $\frac{۲۷}{۴۸}$ مرقس $\frac{۱۵}{۳۶}$ لوق $\frac{۲۳}{۳۶}$ يوحنا $\frac{۱۹}{۲۸-۳۰}$ رومي سپاهيوں كے پاس هر موقع ميں يهہ شربت سركه كا حكماً ساتهہ رهتا تها ديكهو تصنيفات اسپارطيانوس اور ولكاطيوس فلپكانوس اور يهہ رومي پسكا نهايت صحت بخش اور مفيد هوتا تها چنانچه ڈاكٹر هكزعام نے رساله حميات كے بيان ميں اس كي تصريح كي هے — اس شربت سے حضرت عيسى كو بهت كچهہ تسكين هوگئي هوگي — والرحمان الطالب حقيقه ٭

سے کوئی مصلوب مرتا نہیں — اا حضرت عیسیٰ کی ٹانگیں نہیں توڑی گئیں کیونکہ وہ تو ضعف یا غشی کے باعث سے مردہ معلوم ہوتے تھے اور اسی پر اشارہ ہے — شبہ لہم — (نساء ۱۵۶) میں ۔

فلاو یہودی فیلسوف الاسکندری (سنہ ۲۰ قبل مسیح تا سنہ ۴۰ع) نے بھی اپنی کتاب فلقیم (۱۰) میں لکھا ہے کہ یہود نے درخواست کی تھی کہ کہیں ہمارا مقدس سبت اس ناپاک لاش کے رہنے سے خراب نہ ہو جاوے ۔

پس ان وجوہ سے بہت جلد حضرت عیسیٰ کو صلیب پر سے بظاہر مردہ و بباطن زندہ اُتار لیا گیا ۔

۱۰ مگر اسی کے متعلق ایک واقعہ اور بھی گذرا کہ جب رومیوں نے اُن اُور دو شخصوں کی جو حضرت عیسیٰ کے ساتھہ مصلوب ہوئے تھے ٹانگیں توڑ دیں اور حضرت عیسیٰ کی ٹانگیں نہیں توڑیں تو ایک نے برچھی سے حضرت عیسیٰ کے پہلو میں ذرا چوبھ دیا شاید صرف اس غرض سے کہ اگر ہوش باقی ہوگا تو وہ متاذی ہوکر کوئی حرکت مذبوحی کریگا — اس زخم سے خون اور پانی جاری ہوا یہہ بات صرف یوحنا کی انجیل میں ہے جو حضرت عیسیٰ کے بعید ہوں یا قریب ہونگے مگر خون کا نکلنا بے شک اُن کی زندگی کی دلیل ہے کیونکہ مردے کے جسم سے زخم یا نشتر دینے پر نہ خون نکلتا ہے نہ پانی — پس اس وقت حضرت عیسیٰ زندہ تھے اور اُسی وقت اُتار لیے گئے سب کام نہایت عجلت میں ہوا — یوسف جو ایک ذی عزت مالدار اور کونسل سنہیدریم کا ممبر تھا اُس نے لاش مانگ لی جو اُس کے حوالہ کردی گئی اس نے اور ایک اور مرد مرمس نے دفن کا سامان کیا اور سب لوگ چلے گئے ۔

برچھی سے چوبھ دینے کا مضمون (یوحنا ۳۳/۱۹ ۳۴) کو ہمارے خلاف نہیں مگر ہمکو اس پر بہت شبہہ ہے — اور انجیل نویس متی مرقس لوقا اس بات کا بیان نہیں کرتے حالانکہ ایک امر عظیم اور ضروری تھا — ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں عیسائیوں نے صرف بعضی پیشین گوئیوں کو (زبور ۲۰/۳۴ ذکریا ۱۰/۱۲) جمانے کے لئے یہہ بات اپنی طرف سے بڑھاکر روایت میں شامل کردی ہے ۔

چونکہ باوجود اجازت اور حکم کے بھی اُن کے ٹانگیں نہیں توڑی گئیں تو یہہ امر خلاف قیاس ہے کہ اسی ایک سپاہی نے ایسی جرات کی ہو کہ برچھی سے اُنکو چوبھ دیا ہو ۔

عیسائیوں نے یہہ بات کہی ہے کہ وہ برچھی حوالی قلب میں جالگی اور وہاں سے رقیق سفید رنگ کا مادہ نکلا مگر حوالی قلب کے زخمی ہونے پر اسکا مادہ اندرونی کی طرف کو نکلتا اور اسفل کی جانب بہ جاتا نہ کہ فوارہ کی طرح باہر کو سیدھے سامنے کو پچکاری کی مانند جوش مارتا نکلتا اور تعجب کہ بہنے میں پانی اور خون الگ الگ رہے ؟

۱۱ رومیوں کے دستور کے موافق ضرور تھا کہ مصلوب کی لاش صلیب پر لٹکتی رہے اور چڑیوں کا شکار ہوجاوے — یہی دستور اہل مصر کا بھی تھا دیکھو قرآن سورہ یوسف و اما الاخر فیصلب فتاکل الطیر من راسہ (۱۳ ع ۵ ع) رومیوں کے اس دستور کی سند ہوریس لاطینی شاعر کے خطوط (جو حضرت عیسیٰ سے قبل پہلی صدی میں تھا) جو وینال (پہلی صدی ع) لوکن (رومی شاعر پہلی صدی ع) پلاطوس شاعر (۳ صدی قبل عیسوی) پالنی (پہلی صدی) پلوطارس فیلوف (پہلی اور دوسری صدی) پطارونیوس (پہلی صدی) کے کلام سے ثابت ہے برخلاف اسکے حضرت عیسیٰ اُسی روز صلیب پر صرف تھائی تین گھنٹے رہنے پر یوسف کے حوالہ کردیئے گئے ۔

۱۲ دفن کرنے والوں نے بھی بڑی عجلت کی اور کامل طور سے اُنہیں دفن نہیں کیا اُنہوں نے ایک لحد میں حضرت عیسیٰ کو رکھہ کے دروازوں پر ایک چٹان یا پتھر کی سل رکھدی تھی تاکہ پرسوں کو عطریات لا کے قبر میں رکھدینگے اور کل سبت کو تو کچھہ ہو نہیں سکیگا ؛

اور وہ عورتیں بھی جو صلیب کے وقت دورکھڑی دیکھتی تہیں اُسوقت پاس سے حضرت عیسیٰ کی لاش کا موقع خوب دیکھہ گئیں (لوقا ۵۵/۲۳) اور اب سب لوگ چلے گئے نہ وہ دشمن خونخوار یہودی رہے اور نہ وہ رومیوں کا گارد رہا — کیونکہ یہہ تو ہفتہ کے دن یہود کو سوجھی کہ مبادا اُن کی لاش کو اُن کے شاگرد چورا لیجاویں تب اُنہوں نے پلاطس سے ایک گارد مانگا کہ وہ پہرہ بٹھادے اُس نے کہا کہ تمہارے پاس سپاہی ہیں اُنکو بھیجدو — اب دوسرے روز وہ احمق پہرہ بٹھوائے گئے (متی ۶۲/۲۷ ۶۶) ۔

۱۳ اتوار کو صبح کے وقت وہی عورتیں قبر پر آئیں اور پتھر کو ہٹا ہوا دیکھا اور حضرت عیسیٰ کو وہاں نہ پایا اور اُسوقت ایک یا دو شخص جو حاکم کے فرستادے یعنی کورٹ کے پیادے تھے (انجیل کے ترجموں میں اُنکو فرشتہ بنا دیا ہے) اُنہوں نے کہا کہ تم زندے کو مردوں میں کیوں ڈھونڈتی ہو — اب یہاں پر بہت سی مختلف روایتیں ہیں جو متی باب ۲۸ مرقس باب ۱۶ لوق باب ۲۴ یوحنا باب ۲۰ میں لکھی ہوئی ہیں ان عورتوں نے پطرس اور یوحنا اور حواریوں کو خبر کی اور مشہور ہوگیا کہ وہ جی اُٹھے ۔

۱۴ واقعہ صلیب کے بعد تین دفعہ حضرت عیسیٰ زندہ مگر مجروح اپنے حواریوں کو نظر آئے جنکی تفصیل یوحنا کی انجیل کے بیسویں اور اکیسویں باب میں ہے مگر مجدلینی کو حضرت عیسیٰ کا

پھر اُنکا لکھا ہی اس عورت کے قول کا کچھہ اعتبار نہیں وہ شدت سے ضعیف العقل تھی اسکو سات جن لپٹے ہوئے تھے (لوق ۸/۲ یونانی) زبان میں اس محاورہ سے مراد یہہ ہی کہ مجنون تھی — اور خود اُسکو شبہہ تھا بلکہ اُسنے اس شخص کو باغ کا چوکیدار سمجھا اور درحقیقت ایسا ہی تھا — مگر اسکے ذہن میں اور خیال میں حضرت عیسی بسے ہوئے تھے اُسنے بعد میں یقین کرلیا کہ وہ حضرت عیسی ہی تھے ۔

۱۵ اسی زمانہ میں حضرت عیسی کی موت کی نسبت بہت سے شبہے پیدا ہوگئے تھے پلاطس نے جب اس سے دفن کی اجازت لیگئی تو تعجب کیا اور اپنے عہدہدار سے جو صلیب کے اہتمام میں تھا پوچھا کہ کیا وہ مرگئے (مرقس ۱۵/۴۴ و ۴۵) ۔

اور بعد میں عیسائیوں کو خود یہہ بات کھٹکتی تھی کہ ایسی جلدی مرجانا بالکل خلاف عادت تھا صلیب پر آدمی چار چار روز تک نہیں مرتے اسلیئے اُنہوں نے حضرت عیسی کے جلدی مرجانے کو بھی ایک معجزہ قرار دیا اور جی اُٹھنے کو بھی ایک معجزہ قرار دیا ! ! ! — اُوریجنوس نے (جو تیسری صدی عیسوی کے مشائخ میں تھے) تفسیر انجیل متی میں ایسی دفعی موت کو ایک معجزہ قرار دیا ہی — کئی مثالیں اس قسم کی معلوم ہوتی ہیں کہ اشخاص مصلوب کو موقع سے اوتار کے مجرب دواوں سے معالجہ کیا اور وہ زندہ رہے ۔

چنانچہ ہیروڈوٹس مورخ رومی اپنی تاریخ کی کتاب ۷ باب ۱۹۴ میں لکھتا ہی کہ سندوکیس جو کہ صوبہ ایولیس کے شہر کومی میں حاکم تھا جبکہ وہ بادشاہی قاضیوں میں سے ایک قاضی تھا تو اسکو دارا بادشاہ نے رشوت ستانی کے جرم میں مصلوب کردیا تھا مگر درانحالیکہ وہ صلیب پر لٹکا ہوا تھا دارا کو خیال آیا سندوکیس کی عمدہ خدمتیں بہ نسبت اس کے جرم کے زیادہ ہیں اور کہا کہ میںنے جلدی میں حکم دیدیا اور اُسی وقت حکم دیا کہ اسکو صلیب پر سے اُوتار کے رہا کردو — پس سندوکیس اس طرح دارا کے ہاتھہ سے موت سے بچ رہا — اور یوسیفس یہودی مورخ نے جو پہلی صدی عیسوی میں تھا اپنی سوانح عمری کی دفعہ ۷۵ میں لکھتا ہی کہ مجھے بادشاہ طیطوس قیصر نے ہزار سوار لیکر سیریالیوس کے ساتھہ موضع تقوا آ کے دیکھنے کو بھیجا کہ وہ جگہہ فوج کے قیام کے لیئے مناسب ہی یا نہیں جب میں وہاں سے پلٹ کے آیا تو دیکھا کہ بہت سے قیدی مصلوب ہوگئے ہیں ان میں سے تین آدمی میرے پہلے ملاقاتی نکلے اس بات سے میں بہت رنجیدہ ہوا اور آبدیدہ ہوکر بادشاہ کے پاس جاکے عرض معروض کی بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ وہ مصلوب اتار لیئے جاویں اور اُنکا معالجہ کیا جاوے تاکہ وہ جی بچیں — اُنمیں سے دو آدمی طبیبوں کے زیر معالجہ مرگئے مگر تیسرا شخص بچ رہا ۔

بڑے سے بڑا قرینہ اُنکی یقینی موت کا یہی ہوسکتا ہی کہ یہود جو شدت سے دشمن تھے اور یہہ سب کچھہ اُنہوں نے کیا وہ کیونکر بغیر قطعی اور یقینی قتل کیئے باز آتے ہونگے یا اُنہوں نے کوئی دقیقہ اُٹھا رکھا ہوگا — مگر معلوم ہی کہ یہود کو اُس دن بہت تردد تھا وہ دن اُن کے یہاں روز عید فصح تھا اور اُس کے تھوڑی دیر بعد سبت شروع ہونے کو تھا اور اُنکو خود اُس دن اسی قتل کے مباشر ہونے کی ممانعت تھی وہ تو شاید صلیب گاہ پر بھی حاضر نہ تھے کیونکہ وہ اُس مذہبی ممانعت سے کہ عید فصح کے دن کوئی کام نکرنا چاہیئے (کتاب خروج ۱۲/۱۶ احبار ۲۳/۷ و ۸) وہ لوگ پلاطس کے ایوان عدالت میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے — اور عید کے باعث سے قربانیوں اور فطیری روٹیوں کی فکر میں تھے ۔

پس وہ تو ان شغلوں اور مذہبی اندیشوں اور قومی ماتمی کی وجہہ سے اس میں کچھہ اہتمام نہ کرسکے ۔

۱۶ کئی ایک قدیم فرقے عیسائی مذہب کے اسباب کے معتقد تھے کہ حضرت عیسی قتل نہیں ہوئے باسلیدیان اور سرنتھیان اور کورپوکریتیان وغیرہ عیسائی قدیم فرقے کہتے تھے کہ حضرت عیسی کی جگہہ شمعون قرینی صلیب دیا گیا اور فوطیس نے (بطریق قسطنطنیہ نویں صدی) لکھا ہی کہ کتاب سیرالحواریین جس میں پطرس یوحنا اندریو، توماس اور پولوس کے حالات لکھے ہیں لکھا ہی کہ حضرت عیسی مصلوب نہیں ہوئے بلکہ اُنکی جگہہ کوئی اور مصلوب ہوا — اور برنباس کی انجیل میں لکھا ہی کہ یہودا اسکریوطی اُنکی جگہہ مصلوب ہوا اور یہود کو یہہ دعوی تھا کہ ہمنے یقیناً سنگسار کرکے مصلوب کردیا — مگر ان سب کے خیالات درست نہیں تھے اور قرآن نے اُنکی تکذیب کی ہی چنانچہ فرمایا ہی ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن ۔

۱۷ پس جبکہ ایک طرف حضرت عیسی کی موت ثابت نہیں ہوتی اور دوسری طرف اُنکی لاش کا قبر سے بہت جلد غایب ہوجانا ثابت ہی تو اب کوئی اور احتمال نہیں ہوسکتا مگر یہی کہ وہ قبر میں زندہ رکھے گئے اور زندہ چلے گئے — ظن غالب ہی کہ اسی یوسف اور نقودیموس نے اسباب میں کوشش کی ہوگی کیونکہ ان لوگوں کو یہہ بات خوب ظاہر تھی کہ حضرت عیسی پر موت طاری نہیں ہوئی کیونکہ ایسی موت بالکل خلاف عادت تھی اُنہوں نے اپنی رسم کے موافق حضرت عیسی کو نہلایا بھی نہ تھا حالانکہ رومیوں یہودیوں اور مصریوں میں

مرنے کو پہنچنے کی حد تک دم توڑ رہے تھے اور وہ جانتے تھے کہ وہ فوت نہیں ہوئے اور یہہ کہ اُنکو نکال لانے کیوں ایک معصوم نبی اور اُولوالعزم رسول کی جان بچانی ہی اور وہ دونوں اِس میں کامیاب ہوئے و علی اللہ اجرہم ۔

۱۸ قرآن میں حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے کے باب میں جو مضمون ہی اُسکو ہمیشہ عیسائیوں نے یہہ سمجھا کہ وہ اُنہیں فرقوں سے ادا کیا ہی جو کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی جگہہ کوئی دوسرا آدمی مصلوب ہوا اور وہ الزام لگاتے ہیں کہ قرآن حقایق واقعی یعنی تاریخی واقعات کے خلاف ہی مگر یہہ اعتراض بیجا ہی قرآن خود بتلاتا ہی کہ لوگ اس باب میں مختلف ہیں یعنی کوئی کہتا ہی حضرت عیسیٰ یقینا صلیب پر مرے اور کوئی کہتا ہی کہ اُن کی جگہہ دوسرا آدمی مارا گیا پھر کوئی کہتا ہی کہ وہ شخص یوسف تھا اور کوئی کہتا ہی کہ یہودا تھا ان سب کی نسبت قرآن کہتا ہی

ان الذین اختلفوا فیہ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن ۔

پس قرآن نے تاریخی واقعات کو بھی ثابت رکھا اور سچی حقیقت بھی بیان کردی ۔

۱۹ اب ہم ان مقدمات کے بعد قرآن کی اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں ۔

و قولہم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ و ما قتلوہ و ما صلبوہ ۔

دو طرح سے آدمیوں کو مار ڈالنے کا دستور تھا ایک صلیب پر لٹکا رکھنے دینے سے یہہ سزا سنگین جرایم کے مرتکبوں اور غلاموں کو دیجاتی تھی جو تین چار روز صلیب پر لٹکے ہوئے بھوک پیاس کی شدت اور زخموں کے درد اور دھوپ کی تپش اور دوران خون کی سوء مزاجی سے مرجاتے تھے اور دوسری قسم دفعتاً جان سے مار ڈالنے کی تھی اور وہ دو طرح سے تھی (۱) سنگسار کرنا اور (۲) تلوار سے قتل کرنا — اس لیئے قرآن مجید میں دونوں قسموں کی موت سے انکار ہوا ہی کہ نہ تو حضرت عیسیٰ کو پتھراؤ کرکے یا تلوار سے مارا اور نہ صلیب پر چڑھا کے مارا — یہہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہود کا ایسا بیان ہی کہ پہلے حضرت عیسیٰ سنگسار کیئے گئے چنانچہ یہود کی کتاب مشنا اور تالمود یروشلم اور تالمود بابل سنہڈرم کے بیان میں ایسا ہی لکھا ہی (دیکھو ارنسٹ رینان کا تذکرہ مسیح باب ۲۵ ص ۳۸۶) اور عیسائیوں کا بیان ہی کہ وہ صلیب پر مارے گئے اس لیئے قرآن میں ان دونوں باتوں پر اشارا ہی ماقتلوہ و ما صلبوہ — یعنی نہ قتل بذریعہ سنگساری ہوا اور نہ قتل بذریعہ صلیب ہوا نہ یہہ کہ وہ مطلق صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے — کیونکہ مطلق صلیب کی نفی کچھہ مفید نہیں ہی کیونکہ صلیب پر ہاتھوں میں میخ ٹھونکنے اور پیر باندھ دینا اور پھر تین گھنٹے بعد اُتار لینا مار ڈالنے کو کافی نہیں ہی — بلکہ تصلیب کی نفی سے صلیبی موت کی نفی مراد ہی ۔

۲۰ و لکن شبہ لہم — مگر صورت بنادی گئی اُن کے لیئے یعنی مرت کی صورت بنادی گئی اسطور کہ حضرت عیسیٰ اُن لوگوں کو جو صلیب کا اہتمام کر رہے تھے مردہ نظر آئے کیونکہ وہ تمام شب کے جاگنے اور صدمات کی برداشت اور میخوں کی اذیت سے غشی یا بیہوشی میں آگئے تھے اس سے اُنھوں نے سمجھا کہ یہہ مرگئے مگر چونکہ اسوقت موسم اچھا تھا یعنی ابر چھا رہا تھا (متی $\frac{۲۷}{۴۵}$ مارک $\frac{۱۵}{۳۳}$ لوق $\frac{۲۳}{۴۴}$) دھوپ کی تکلیف نہ تھی اور پھر وہ جلدی ہی اُتار لیئے گئے تھے اس وجہہ سے زیادہ صدمہ نہیں پہونچا ۔

۲۱ حشویہ اور عامہ مفسرین نے اس جملہ کی تفسیر میں یہہ معنی لگائے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی صورت ایک اور شخص پر القا کی گئی یہہ محض ایک مغالطہ ہی ورنہ ہم اپنے مغالطوں یا مخالفوں کو ایسا ہی سمجھہ سکتے ہیں کہ جب ہم اُن میں ایک شخص مخصوص کو دیکھیں اور وہ در اصل وہ نہو بلکہ کسی اور کی صورت اُسپر القا ہوئی ہو — اور اس سے تو معاملات پر سے اعتبار جاتا رہتا ہی اور نکاح و طلاق و ملک پر وثوق نہیں رہتا — اگر ہم شبہ کو مسیح کی طرف مسند کرتے ہیں جیسا کہ عامہ مفسرین کرتے ہیں تو یہہ غلط ہی کیونکہ وہ مشبہ بہ ہیں نہ کہ مشبہ اور اگر اس خیالی اور غیر واقعی شخص کی طرف جو مقتول ہوا بتلاتے ہیں مسند کرتے ہیں تو اس کا کچھہ ذکر قرآن میں نہیں ہی ۔

۲۲ و ان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالہم بہ من علم الا اتباع الظن ۔

اور جو لوگ اُس میں یعنی اُن کی صلیبی موت کی نسبت کوئی باتیں نکالتے ہیں وہ اس جگہہ شبہ میں پڑتے ہیں اور کچھہ نہیں اُن کو اُس کی خبر مگر اٹکل پر چلنا ۔

ہمنے دفعہ ۱۳ میں بیان کیا ہی کہ یہہ اختلاف کیا تھا — یعنی ایک تو یہود کا قول کہ ہمنے قتل کیا دوسرے عام عیسائیوں کا عقیدہ کہ وہ قتل ہوئے تیسرے فرقہ باسالیدیان اور سرن تھوس کا قول کہ اُن کی جگہہ یوسف شمعون قتل ہوئے چوتھے فرقہ کا قول کہ اُن کی جگہہ یہودہ اسکریوطی قتل ہوا ان سب کو قرآن نے فرمایا ہی کہ اٹکل پر چلتے ہیں اس میں سے کسی بات کا اُن کو قطعی علم نہیں

ہی چنانچہ حضرت مسیح کا صلیب پر نہ مرنا تو ہم نے مقدمات ۷ و ۸ و ۹ میں ثابت کیا ہی اور کسی اور کا اُن کی جگہہ مصلوب ہوجانا ایک بے ثبوت بات ہی اور قراین اس کے خلاف ہیں — کیونکہ شمعون قرینی بعد میں عرصہ تک زندہ رہا اور عیسائیوں کی جماعت میں شامل اور شریک رہا اور یہودا اسقریوطی کا حال بھی معلوم ہی کہ وہ بعد میں مرگیا ۔

۲۳ و ماقتلوہ یقیناً — اور اُس کو اچھی طرح سے قتل نہیں کیا یعنی جیسا قتل کرنے کا حق تھا ویسا قتل نہیں کیا یا یقیناً قتل نہیں کیا اور کیونکر وہ یقیناً قتل ہوسکتے تھے حالانکہ وہ صرف کچھ گھنٹے صلیب پر رہے اور وہ موت کے لیئے کافی نہیں ہی ۔

۲۴ بل رفعہ اللہ الیہ — بلکہ خدا نے اُن کو اپنی طرف اُٹھا لیا خدا کی طرف جانا یا اُٹھالیا جانا ایسا ہی ہی جیسے حضرت ابراہیم نے فرمایا انی ذاھب الی ربی (صافات ۹۷) اور مہاجروں کی نسبت کہا و من یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ (نسا ۱۰۱) ۔

یہہ بات تعظیم و تشریف و تفخیم کے طور پر کہی جاتی ہی نہ یہہ کہ وہ درحقیقت آسمان کی طرف کو بادلوں میں اُڑتے ہوئے نظر آئے اور کسی آسمان پر جا بیٹھے ان باتوں کی ہمارے ہاں کچھہ اصل نہیں ہی † بعد میں حضرت عیسی یقیناً مرگئے جسکی خبر قران مجید میں دوسری جگہہ دی گئی ہی اذقال اللہ یا عیسی انی متوفیک و رافعک الی (ال عمران ۴۸) جسکی تفسیر میں مفسرین نے

† صحیح بخاری کی ایک روایت جو کتاب بدءالخلق باب ذکر الملائکہ میں ہی اس میں بضمن قصہ معراج یہہ مضمون ہی کہ حضرت عیسی و یحیی دوسرے آسمان پر ملے — مگر یہہ روایت تو بہت ہی مشتبہہ ہی ہدبہ راوی کی نسائی صاحب صحیح نے تضعیف کی ہی اور ہمام راوی کو کبھی کبھی حدیث بیان کرنے میں وہم ہوجاتا تھا اور خلیفہ راوی کبھی کبھی روایت حدیث میں خطا کرتا تھا اور سعید راوی قتادہ سے تدلیس کیا کرتا تھا اس کی عقل مختلط ہوگئی تھی اور ہشام راوی بھی کبھی کبھی تدلیس کرتا تھا اور انس راوی نے مالک بن صعصعہ سے جو قصہ معراج روایت کیا ہی اس میں منقطع ہی اور مالک قدیم زمانہ میں مرگئے (شاید انس سے ملاقات ہونے سے پہلے) اور نیز مالک نے ارسال کے طور پر وہ روایت بیان کی ہی —
ان راویوں کا حال کتب رجال میں ملیگا خصوصاً علامہ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تقریب التہذیب مطبوعہ دہلی سنہ ۱۲۷۱ ہجری میں یہہ باتیں ملینگی —

بہت کچھہ پس و پیش کیا ہی بلکہ اُس کو بالکل اُلٹ دیا ہی وہ یوں پڑھتے ہیں رافعک الی و متوفیک — مگر اصلی قران کی تو یہہ عبارت نہیں ہی اگر مفسرین نے کوئی قران بنایا ہو تو اُس میں ہوگی پھر دوسرے جگہہ اور بھی صاف ہی فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم (مایدہ ۱۱۷) کہ حضرت عیسی جناب باری سے عرض کرینگے کہ جب تونے مجھے وفات دی تب تو اُن پر نگہبان رہا ان دونوں آیتوں میں وفات کا ذکر ہی اور یہہ موت کی دلیل ہی الا یتوفی الانفس حین موتھا (زمر ۴۳) پس اُن کی وفات کی خبر بہت صاف ہی مگر یہہ بات کہ وہ کب مرے اور کہاں مرے معلوم نہیں جیسیکہ حضرت مریم کا حال پھر کچھہ نہ معلوم ہوا حالانکہ حضرت عیسی نے اُن کو یوحنا حواری کے سپرد کیا تھا اور یوحنا حواری صاحب تصنیفات بھی تھے پھر بھی کچھہ حال اُنکا نہیں لکھا اور حضرت مسیح تو دشمنوں سے پوشیدہ دور کے دیہات میں چلے گئے تھے ۔

واقعہ صلیب کے متعلق عام عیسائیوں کی اور جو کچھہ دلیلیں ہیں وہ پھر کبھی بحث میں آوینگی ۔

شملہ ۔ پور
مارچ سنہ ۱۸۷۶ ع } راقم
چراغ علی

تتمۂ مضمون نمبر ۲۳۵

حضرت سلیمان علیہ السلام

دریائی گھوڑے — نماز عصر — گھوڑوں کا ذبح کرنا — آفتاب کا پلٹ آنا — انگشتری سلیمان — صخر دیو — بت پرستی

(۱) (۳۰) اذ عرض علیہ بالعشی الصافنات الجیاد —
(۳۲) فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب —
(۳۳) ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق — (ص)

ترجمہ — جب دکھلانے کو آئے اُسکے سامنے گھوڑے پھر کو گھوڑے خاصے بولا میں نے چاہی محبت گھوڑوں کی اپنے خدا کی وجہہ سے یہاں تک کہ چھپ گئے اوٹ میں — سلیمان نے کہا کہ پھیر لاؤ اُن کو میرے پاس پھر اُن کی پنڈلیاں اور گردنیں چھونی شروع کیں ۔

عام قصہ تو یہہ ہی کہ حضرت سلیمان کے پاس ہزار دریائی گھوڑے جن کے پر لگے ہوئے تھے لائے گئے اُن میں سے نو سو گھوڑوں کا

جائزہ ہوچکا تھا کہ حضرت سلیمان کو نماز کا خیال آیا مگر آفتاب غروب ہوچکا تھا نماز فوت ہوگئی تو اُنہوں نے افسوس کیا اور اُن گھوڑوں کو واپس منگاکر تلوار سے اُن کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹ ڈالیں اور سو گھوڑے بچ رہے سو اب جو گھوڑے آدمیوں کے پاس نظر آتے ہیں اُنہیں بقیۃ السیف کی نسل ہیں !! اور یہہ کہ پھیر دینے کا حکم فرشتوں کو دیا تھا وہ آفتاب کو پھیر لائے اور اُنہوں نے نماز پڑھ لی !!!۔

(۲) یہہ قصہ جیسا کہ بیان ہوا بالکل جھوٹ اور قصہ گویوں کی اکاذیب اور مفتریات سے بھرا ہوا ہی اکثر تفسیریں ایسی ہی اکاذیب اور بیہودہ باتوں سے بھری ہوئی ہیں — ابن کمال نے خوب کہا ہی کتب التفسیر مشحونۃ بالا حادیث الموضوعۃ کہ تفسیر کی کتابیں جھوٹی حدیثوں سے بھری ہوئی ہیں (فیض القدیر شرح جامع الصغیر عبدالروف مناوی) اور شیخ محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحار انوار کے خاتمہ میں مقاصد کے حوالہ سے لکھا

فی المقاصد قال احمد ثلث کتب لیس لہا اصل المغازی و الملاحم و التفسیر — الخطیب ہو محمول علی کتب مخصوصۃ فی ہذہ المعانی الثلثۃ غیر معتمد علیہا لعدم عدالۃ ناقلیہا و زیادۃ القصاص فیہا فاما کتب التفسیر فمن اشہرہا کتابان للکلبی و مقاتل بن سلیمان — (ص ۵۰۹ مطبوعہ سنہ ۱۲۸۳ع)

ہی کہ امام احمد نے لکھا ہی کہ تین علم کی کتابیں بے اصل ہیں اور وہ کتابیں مغازی اور ملاحم اور تفسیر کی ہیں اور خطیب نے کہا ہی کہ امام احمد نے اُن علوم کی وہ خاص کتابیں مراد لی ہیں جو اُن کے بیان کرنیوالوں کے غیر معتبر ہونے کی وجہہ سے غیر معتمد ہیں اور نیز اِس وجہہ سے کہ اُن میں قصہ گوروں نے قصے بڑھا دیئے ہیں اور اس قسم کی کتابیں تفسیروں میں سے بہت مشہور تو کلبی اور مقاتل کی تفسیریں ہیں ۔

اور پھر لکھا ہی — کہ معین بن صفی نے تفسیر جامع البیان میں لکھا ہی کہ امام محی السنہ بغوی تو

و فی جامع البیان لمعین بن صفی قد ذکر محی السنۃ البغوی فی تفسیرہ من المعانی والحکایات ما اتفقت کلمۃ المتاخرین علی ضعفہ بل علی وضعہ (ص ۵۱۰)

اپنی تفسیر میں ایسی باتیں اور حکایتیں لکھہ دیتے ہیں جنکے ضعیف بلکہ وضعی یعنی بنائی ہوئے ہونے پر سب متاخرین نے اتفاق کیا ہی ۔

اس سے ثابت ہوتا ہی کہ تفسیر کی کتابوں میں اکثر جھوٹی روایتیں اور بے اصل حکایتیں اور قصہ گویوں کی بناوٹیں پائی جاتی ہیں ہر ایک صاحب حمیت مسلمان کا یہہ کام ہی کہ وہ خدا کے سچے اور مقدس کلام کو اُن افتریات سے پاک کرے اور ان جھوٹی باتوں کے رد کرنے میں اور اصلی سچے معنی بیان کرنے میں سعی بلیغ کرے — العمی منی والاتمام من اللہ ۔

(۳) یہہ بات سچی ہی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا اور گھوڑوں کی ایک تعداد کثیر اُن کے ہاں جمع تھی — چنانچہ اسکی تصدیق میں کتاب دوسری تواریخ کی فصل نویں آیت ۲۵ میں لکھا ہی — و سلیمان چہار ہزار آخور بجہت اسپہا و عرابہ ہا داشت و دوازدہ ہزار سواران کہ ایشان را در شہرہای عرابہ دار و اورشلیم نزد ملک گذاشت و (آیت ۲۸) و از برای سلیمان اسپ ہا را از مصر و تمامی ولایت ہا آوردند — اور کتاب اول ملوک فصل دسویں آیت ۲۸ میں لکھا ہی — و سلیمان اسپان از مصر آوردہ شدہ را داشت و ہمچنین ریسمان کتانی کہ تاجران ملک آنرا بقیمت معین گرفتند —

(۴) یہہ بات کہ ان گھوڑوں کے ملاحظہ کرنے میں اُنکی نماز فوت ہوگئی تھی بالکل بے اصل ہی — انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی † کے بہت صاف یہہ معنی ہیں کہ میں گھوڑوں کو بہت چاہتا ہوں اور یہہ چاہنا بوجہہ خدا ہی نہ صرف اپنی خواہش سے چنانچہ امام فخرالدین رازی نے کتاب اربعین فی اصول الدین (مسئلہ ۳۲) میں لکھا ہی کہ جب سلیمان کو گھوڑے دکھلائی جاتے

ان سلیمان کان یقول عند عرض الصافنات الجیاد علیہ انی احببت حب الخیر و معناہ ان الانسان قد یحب شیا ولکن لا یحب ان یحبہ فاما اذا احبہ واحب ان یحبہ فذاک بالمبالغۃ فی المحبۃ ثم قال عن ذکر ربی ای ہذہ المحبۃ الشدیدۃ انما حصلت بسبب ذکر ربی و من امرہ لامن الہوی والشہوۃ —

تہے تو وہ فرماتے تہے کہ میں گھوڑوں کی محبت کی محبت کی اور اس سے مراد یہہ ہی کہ انسان ایک چیز کو چاہتا تو ہی مگر یہہ نہیں ہوتا کہ اسکے چاہنے کو بھی چاہے مگر جب کہ اسکو چاہا اور چاہنے کو بھی چاہا تو اس سے محبت یعنی چاہنے میں مبالغہ مراد ہی پھر فرمایا کہ عن ذکر ربی یعنی یہہ محبت شدید بوجہہ ذکر خدا اور خدا کے حکم سے حاصل ہوئی ہی نہ کہ اپنی ہی آرزو اور خواہش سے —

اور شارح مواقف سید شریف جرجانی میں جو علم کلام کی بڑی مستند کتاب ہی اسکے موقف چہارم مقصد پانچ ورق ۳۷۴ میں لکھا ہی ۔

† لفظ من — تعلیل کے واسطے بھی آتا ہی جس سے سبب کے معنی پیدا ہوتے ہیں — چنانچہ ما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا من موعدۃ اور ما نحن بتارکی الہتنا عن قولک —

که احببت حب الخیر سے محبت میں مبالغه مراد هی کیونکه کسی شی کو چاهتا تو هی مگر یهه نهیں هوتا که اس کے چاهنے کو بهی چاهے تو جب که اسنے اسکو چاها اور اس کے چاهنے کو بهی چاها تو یهه کمال محبت هی — اور یهه جو فرمایا که بذکر ربی یعنی خدا کے ذکر سے تو اس سے مراد هی که خدا کے سبب سے چنانچه کہا جاتا هی سقاه من الغیمة جس سے مراد هوتی هی که اسکی وجهه سے تو معنی یهه هوئے که یهه محبت شدید بسبب ذکر یعنی بحکم الهی هی نه که اپنی خواهش اور طلب دنیا کی وجهه سے که ان کے مذهب میں گهوڑے رکهنا خدا کے حکم سے تها جیسا که همارے مذهب میں هی یا وه مندوب هوگا اور طفق مسحا کے یهه معنی هیں که سلیمان ان کے سر اور پنڈلیاں چهوتے تهے انکی تکریم کے لیئے اور شفقت کی وجهه سے کیونکه وه گهوڑے دین کے دشمنوں کے دفع کرنے میں بهت مدد دیتے تهے — اور جو لوگ اس سے کاٹنا مراد لیتے هیں اور وه یهه بیان کرتے هیں که سلیمان تلوار سے انکی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹتے تهے یا تو غصه کی وجهه سے اور یا انکو قربانی کرتے تهے سو یهه بات بهت ضعیف هی کیونکه مسح کے لفظ میں اسپر کچهه دلالت نهیں هی جیسا که وضو کی آیت میں مسح کا ذکر هی اور کاٹنا مراد نهیں هی .

قوله احببت حب الخیر مبالغة فی الحب فان الانسان قد یحب شیئا لکن لا یحب ان یحبه فاذا احبه واحب ان یحبه فذاک هو الکمال فی المحبة و قوله عن ذکر ربی ای بسببه کما یقال سقاه من الغیمة ای لاجلها فالمعنی ان ذالک الحب الشدید انما یحصل بسبب ذکره ای بامره لا بالهوا وطلب الدنیا و ذالک لان رباط الخیل فی دینهم کان بامره کما فی دیننا او هو مندوب الیه و قوله طفق معناه یمسح راسها و اعناقها اکراما لها و اظهارا للشدة شفقة علیها لکونها من اعظم الاعوان فی دفع اعداء الدین وحمله علی القطع کما ذهب الیه طائفة حیث ذکر المعنی انه علیه السلام جعل یمسح السیف بسوقها و اعناقها ای یقطعها اما غضبا علیها بسبب ماجری علیه و اما تقربا و اما التصدق بها ضعیف جدا ولا دلالة له لفظ علیه کما فی قوله وامسحوا برؤسکم وارجلکم

اور حتی توارت بالحجاب سے یهه معنی لینے که سورج غروب کیا محض خیالی هیں اسکا اس میں کچهه ذکر نهیں اور ایسی بات بالکل سیاق کلام اور موضوع اور منشاء مقام سے بعید هی بلکه انهیں صافنات کا ذکر هی یعنی حضرت سلیمان علیه السلام نے اُن کا ملاحظه کیا اور وه اُن کے آگے سے چلے گئے .

قال ردوها — حضرت سلیمان نے حکم دیا که ان کو پهر لے آؤ و گهوڑے پهر لائے گئے — علامه احمد بن خلیل نے تفسیر کبیر میں حتی توارت بالحجاب کی تفسیر میں کئی دلیلیں اس کے ابطال پر قایم کی هیں که یہاں آفتاب کا غروب هونا مراد نهیں هی اور سب کے آخر میں لکها هی — "که همارے ان دلیلوں سے ثابت هوا که حتی توارت بالحجاب (یہاں تک که اوٹ میں چهپ گئے) کو سورج کے چهپنے پر حمل کرنا اور ردوها علی (اسے پهیر لاؤ) سے سورج کا پهیر لانا سمجهنا بهت هی بعید هی .

ثبت بهذا ان حمل قوله حتی توارت بالحجاب علی تواری الشمس وان حمل قوله ردوها علی ان المراد منه طلب ردالله الشمس بعد غروبها فی غایة البعد من القیط —

" فطفق مسحا بالسوق و الاعناق " — اور سلیمان نے ان گهوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں کو چهوا جیسا که دستور هی که هر ایک ذی بصیرت گهوڑوں کا امتحان کرتے وقت اُس کی گردن پر مهربانی اور شفقت سے هاتهه پهیرتا هی اور اُس کی پنڈلیوں کی مضبوطی کو هاتهه لگا کے دیکهتا هی — چنانچه زهری اور ابن کیسان نے ایسا هی کہا هی — که سلیمان علیه السلام گهوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کو هاتهه سے چهوتے تهے تاکه انسے گرد جهاڑدیں اور یهه محبت اور شفقت کی وجهه سے تها .

انه کان یمسح سوقها و اعناقها بیده یکشف الغبار عنها حبا لها و شفقة علیها —

اور یهه بے شک معقول اور صاف معنی هیں مگر همارے مفسرین اسپر راضی نهیں هوتے وه اس کو فرماتے هیں هذا قول ضعیف (معالم التنزیل بغوی) اور یهه انهیں کے ضعف عقلی کی دلیل هی .

(۵) جن لوگوں کو قصه گوئی اور عجائب پسندی کا زیاده شوق هی اُنهوں نے ردوها (پهیر دو) سے یهه مراد لی هی که حضرت سلیمان نے فرشتوں کو حکم دیا که سورج جو کوه قاف کی آڑ میں جا چهپا هی اُسے پهیر لاؤ اور اس خلاف حقیقت مضمون کو بعض صحابیوں کی طرف افترا اور بهتان کے طریق پر منسوب کرتے هیں . علامه ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں اسی ردشمس کی نسبت لکها هی — که اس مضمون کی روایت کسی سے ثابت نهیں هی اور جمهور کے نزدیک یهی ثابت هی که پهیر لانے سے گهوڑوں کا پهیرلانا مراد هی —

انه لم یثبت ذلک عن احد و الثابت عند جمهور اهل العلم بالتفسیر ان ضمیر ردوها للخیل
(تفسیر کمالین ص ۳۸۰) .

(۶) "و لقد فتنا سلیمان و القینا علی کرسیه جسدا ثم اناب" (ص ۱۲ ع ۲)

اور ہمنے سلیمان کو آزمایا اور اُس کے تخت پر ایک جسم ڈالدیا پھر اُس نے اپنے حکم سے رجوع کیا ۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسروں کے اکاذیب اور قصاص کے خرافات پیش کر دیے ہیں جن کا یہاں نقل کرنا بھی تضییع اوقات ہے جس کو شوق ہو وہ تفسیر معالم التنزیل بغوی میں وہب ابن منبہ اور سعید بن مسیب کی روایتیں دیکھ لے اس کا خلاصہ شاہ عبدالقادر صاحب نے بھی ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر افادہ فرمایا ہے وہ یہ ہے " حضرت سلیمان استنجے کو جاتے تھے تو انگشتری ایک خادمہ کو سپرد کر جاتے تھے اس میں لکھا تھا اسم اعظم ایک جن تھا صخر نام اُس خادمہ سے وہ انگشتری لیگیا اپنی صورت بنائی سلیمان کی سی تخت پر بیٹھ کر لگا حکمرانی کرنے ۔ حضرت یہ معلوم کرکے نکل گئے کہ مجھکو مروا نہ ڈالے ایک گاؤں میں چھپ کر رہے چالیس دن کے بعد صخر تھا شراب کے نشہ میں انگشتری دریا میں گر پڑی ایک مچھلی نگل گئی وہ شکار ہوئی حضرت سلیمان کے ہاتھ پیٹ میں سے انگشتری لیکر پھر آئے اپنے تخت سلطنت پر یہ سزا ہوئی اسپر کہ اُن کے گھر میں ایک عورت تھی اپنے باپ مرے کو یاد کرکے رویا کرتی تھی اُس کو بنادی جنوں نے تصویر اُس کے باپ کی نہ چین پکڑی وہ لگی پوجنے اُنہوں نے خبر نہ کی یا خبر پاکر تغافل کیا " ۔

(۷) یہ قصہ بالکل موضوع اور مفتری ہے — مگر مسلمانوں کا بنایا ہوا نہیں ہے اصل میں اُس کو یہود کے قصاص اور شیاطین نے بنایا ہے الا مسلمانوں نے اُس کو امنا اور صدقنا کہکر قبول کیا ہے یہ قصہ یہود کی کتاب تالمود میں مذکور ہے — اور علامہ جاراللہ زمخشری نے لکھا ہے کہ وہ روایت حضرت سلیمان کی انگوٹھی اور دیو اور اُس کے گھر میں بت پرستی ہونے کی ہے وہ یہود کی جھوٹی باتیں ہیں ۔

ما روی من حدیث الخاتم و الشیطان و عبادۃ الوثن فی بیت سلیمان فمن اباطیل الیہود (تفسیر کمالین ص ۳۸۰)

اور تفسیر مدارک التنزیل نسفی میں بھی ہے لکھا ہے کہ انگشتری اور شیطان اور سلیمان کے یہاں بت پوجے جانے کی روایت یہود کے باطل قصوں میں سے ہے ۔

ما یروی من حدیث الخاتم و الشیطان و عبادۃ الوثن فی بیت سلیمان فمن اباطیل الیہود

اور امام فخرالدین رازی نے کتاب اربعین فی اصول الدین کے ۳۴ مسئلہ میں اسی قصہ کی نسبت لکھا ہے —

فاما الحکایۃ الجاریۃ التی یروونھا للحشویۃ فکتاب اللہ مبراعنھا

کہ جن کی حکایت جو عامہ ناس نے روایت کی ہے سو کتاب اللہ اس سے بری ہے ۔

اور ایسا ہی سید شریف جرجانی نے شرح مواقف (موقف ۶ مقصد ۵ ورق ۳۷۳) میں ایسا ہی لکھا ہے پس یہ ثابت ہوا کہ محقق مسلمانوں نے اس قصہ کو بالکل جھوٹ اور افترا سمجھا ہے ۔

(۸) معقول پسند مفسروں نے ایسا لکھا ہے کہ حضرت سلیمان ایسی بیمار پڑے ہونگے اور چونکہ بیماریوں کو انبیا کے کلام میں خدا کی جانب سے آزمایش کہا جاتا ہے سو اسی میں اس کا ذکر ہے یعنی حضرت سلیمان اپنے تخت پر بیماری کی شدت میں مثل جسم بیجان پڑے تھے اور تقدیر کلام اس طرح پر ہوگی و القینا علی کرسیہ جسدا یعنی اُن کے تخت پر اُن کا جسم ڈالدیا مگر مبالغہ کی جہت سے (ہ) حذف ہوگئی پھر بیماری سے اچھے ہوئے اس کی خبر ثم اناب (پھر اُس نے رجوع کیا) میں ہے ۔

چنانچہ امام فخرالدین رازی نے کتاب اربعین فی اصول الدین (مسئلہ ۳۴) میں یہ معنی بھی لکھے ہیں — کہ خدا نے سلیمان کی ایک مرض شدید سے آزمایش کی

ثانیا ان اللہ تعالی امتحنہ بمرض شدید فصارا جسدا لا حراک بہ مشرفا علی الموت کما یقال لحم علی وضم و جسد بلا روح علی معنی شدۃ الضعف و التقدیر القینا جسدہ علی کرسیہ فحذف الہاء لمبالغۃ

تو ایک جسم بے حرکت قریب مرگ ہوگئے جیسے بیمار کی نسبت کہتے ہیں کہ لکڑی پر گوشت پڑا ہے اور جسم بے جان یعنی شدت سے ضعیف ہے اور تقدیر کلام یہ ہوگی کہ اُن کے دھر کو اُن کے تخت پر ڈالا اور حرف (ہ) مبالغہ کی وجہہ سے حذف ہوگیا ۔

اور علامہ شمس الدین ابی العباس احمد ابن خلیل نے تکملہ تفسیر کبیر میں اسی کے قریب لکھا ہے کہ یہ کہنا کچھ بعید نہیں ہے کہ خدا نے سلیمان کو کسی

اقول لا یبعد ان یقال انہ ابتلاہ اللہ تعالی بتسلیط خوف او توقع بلاء من بعض الجوانب و صار بسبب قوۃ ذلک الخوف کالجسد الضعیف الملقی علی ذلک الکرسی ثم ازال اللہ عنہ ذلک الخوف و اعادہ الی ما کان علیہ من القوۃ وطیب القلب

خوف یا بلا کے مسلط ہونے سے آزمایا ہو اور سلیمان اُسکی وجہہ سے ایسے ہوگئے تھے جیسے کوئی جسم ضعیف اُس تخت پر پڑا ہو — پھر خدا نے اُن پر سے وہ خوف زایل کردیا اور جو قوت اور صحت ان میں تھی وہ پھر آگئی ۔

(۹) مگر دراصل جس قصہ پر اس آیت میں اشارہ ہے وہ کتاب سلاطین میں مفصل لکھا ہوا ہے چنانچہ کتاب اول ملوک کی فصل سوم میں حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں لکھا ہے —

۱۶ آنگاہ دو زن زانیہ نزد ملک آمدہ در حضورش ایستادند

(۱۷) و یک زن گفت کہ اے خداوند من و این زن در یک خانہ ساکنیم و دران خانہ نزد او وضع حمل نمودم۔

(۱۸) و واقع شد کہ بعد از وضع حمل من روز سوم این زن نیز زائید و باہم دیگر بودہ دیگرے باما در خانہ نبود بلکہ سوائے ما ہر دو نفر احدے دران خانہ نبود۔

(۱۹) و پسر این زن وقت شب مرد زیرا کہ او بر رویش خوابیدہ بود۔

(۲۰) و وقت نیم شب برخاستہ و پسر مرا از پہلوی من وقتی کہ کنیزت خوابیدہ بود از من گرفت و در بغل خود خوابانید۔

(۲۱) و صبحدم وقتی کہ برائے شیر دادن پسرم برخاستم اینک مردہ است و صبحدم اورا تشخیص نمودہ اینک پسرے کہ زائیدہ بودم نبودہ است۔

(۲۲) و زن دیگر عرض کرد کہ نے بلکہ پسر زندہ از من است و پسر مردہ از تست و آن دیگرے گفت نے بلکہ پسر مردہ از تست و پسر زندہ از من است و چنین در حضور ملک میگفتند۔

(۲۳) پس ملک گفت کہ این یکے میگوید کہ پسر زندہ از من است و آن پسر مردہ از تست و آن دیگرے میگوید کہ نے بلکہ پسر مردہ از تست و پسر زندہ از من است۔

(۲۴) و ملک گفت کہ شمشیرے را بمن آورید و شمشیر را بنزد ملک آوردند۔

(۲۵) و ملک فرمود کہ پسر زندہ را بدو حصہ تقسیم نمائید و یک نیمہ باین بدہید و نیمہ دیگر بدیگرے۔

(۲۶) و زنی کہ پسر زندہ از آن او بود درحالتی کہ رحمش بر پسر او اضطراب می کرد بملک متکلم شدہ گفت کہ اے خداوند پسر زندہ را باو بدہید و البتہ اورا بکشید اما آن دیگرے گفت کہ نہ از آن من و نہ از آن تو باشد اورا تقسیم نمائید۔

(۲۷) پس ملک جواب داد فرمود کہ پسر زندہ را باو بدہید و او را البتہ بکشید کہ مادرش اوست۔

(۲۸) و تمامی اسرائیل حکمی کہ ملک اجرا داشتہ بود شنیدہ و از ملک ترسیدند زیرا کہ دیدند کہ در باطنش حکمت خدائیست تا آنکہ حکم را جاری سازد"۔

پس اب قرآن کی آیت کو دیکھیئے کہ اس میں صاف اسی قصہ پر اشارا ہے کہ القینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب یعنی سلیمان کے تخت (عدالت) پر ایک لاش یا جسم (اسی زندہ یا مردہ لڑکے کا) ڈالا (سلیمان کا حکم محذوف ہے) پھر اُس نے (اس حکم اول سے) رجوع کیا — یعنی پہلے اُس لڑکے کے چیرنے کا حکم دیا تھا پھر اس حکم سے پھرکر اُس لڑکے کو زندہ اُس کی ماں کے حوالہ کردینے کا حکم دیا۔

پس یہہ ہے سچی تفسیر کلام الٰہی کی نہ کہ وہ جن اور بھوت کے قصے نہ وہ یہود کے اکاذیب و مفتریات اور مفسرین کے اقاویل و تفریعات جو امام محی الدین بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے (جلد ۴ صفحہ ۱۰)

و اشہر الاقاویل ان الجسد الذی القی علی کرسیہ ہو الصخر الجنی —

کہ سب سے زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ جو جسم سلیمان کی کرسی پر ڈالا گیا تھا وہ صخر دیو تھا۔

میں کہتا ہوں کہ سب سے زیادہ مشہور یہہ بات ہے مگر سب سے زیادہ جھوٹ بھی یہی ہے اور سب سے زیادہ سچ اور صاف اور سیدھے اور معقول وہی معنی ہیں جو ابھی ہمنے بیان کیئے اس میں حضرت سلیمان کی حکمت اور عدالت کی عظمت بھی ظاہر ہوتی ہے نہ کہ وہ نا معقول قصہ کہ سلطنت سلب ہوگئی اور ایک ناپاک دیو اُس کے تخت پادشاہت پر مسلط ہوگیا اور سلیمان معزول اور مطرود رہے وغیرہ ذالک من الخرافات جس سے سلیمان علیہ السلام کی بدنامی اور حقارت اور ذلت ظاہر ہوتی ہے حالانکہ یہہ قصہ قرآن مجید میں حضرت سلیمان کے محامد اور فضایل کے ذکر میں ہے۔

(۱۰) اسی قصہ یا مادہ یعنی حضرت سلیمان کے گھر میں بت پرستی کے متعلق روایت یہی ہے جو سلاطین اول کے گیارھویں باب میں لکھی ہے کہ حضرت سلیمان نے خلاف حکم خدا کے سات سو بیگمیں اور تین سو حرمیں اپنے لیئے جمع کیں † اور اُن کے باعث سے

† یہہ تعداد یقیناً غلط ہے کتاب غزل الغزلات میں حضرت سلیمان نے اُن کی تعداد ساٹھہ بیگمیں اور ۸۰ حرامیں لکھی ہے سو یہہ بھی قطعی نہیں ہے — عبرانی کتابوں کے عددوں کا کبھی اعتبار نہیں ہوسکتا کیونکہ اُن کے عدد ہمیشہ حرفوں کی صورت میں لکھے جاتے ہیں یعنی ابجد کے حساب میں اور چونکہ عبرانی حروف اکثر باہم مشابہ ہیں تو اس سے بڑی غلطی ہوجایا کرتی ہے — کتاب سلاطین اور کتاب تواریخ کے باہم مقابلہ کرنے سے بڑا فرق پایا جاتا ہے۔

حضرت سلیمان کا دل خدا سے پھر گیا اور اُنھوں نے اپنی اخیر عمر میں بت پرستی اختیار کی ۔

قران مجید میں اس نالایق اتہام اور جھوٹی بیان کے رد میں فرمایا ہی ما کفر سلیمان و لکن الشیاطین کفروا ۔ (پارہ)

یہہ مضمون اگرچہ یہود کے اربع عشر کی کتابوں میں سے ایک کتاب ملاخیم اول میں ہی مگر وہ مضمون یقیناً جھوٹ اور عدت کے مرتبہ کا قول ہی — جس کو احبار یہود نے افترا کرکے اس کتاب میں داخل کردیا ہی ۔

واضح ہو کہ حضرت سلیمان کے حالات کے بیان میں فی الحال دو کتابیں موجود ہیں ایک تو ملاخیم کہلاتی ہی اور دوسری دبری ہیمیم اب عیسائیوں نے آسانی کے لیئے اُن کے دو دو حصے کردیئے ہیں اور انگلش اردو وغیرہ ترجموں میں کتاب سلاطین اول و دوم اور کتاب اخبار الایام اول و دوم کے نام سے معروف ہیں یہہ بات یقیناً نہیں معلوم ہی کہ کتاب سلاطین ملاخیم کسکی تصنیف ہی یا کب تصنیف ہوئی ۔

یہہ کتاب بعد زمانہ قید بابل عہد بخت نصر میں لکھی گئی یعنی تخمیناً پانسو برس بعد حضرت سلیمان کے تو یقیناً اور اس کے بعد اور جسقدر عرصہ ہوا ہو لکھی گئی — یہہ بات کہ اسکا مصنف بعد زمانہ قید بابل زندہ رہا اس سے ثابت ہی کہ وہ قید بابل سے یہود کے واپس آنے کا بھی ذکر کرتا ہی (دوم سلاطین باب ۲۵ آیت ۲۲) اسکا مصنف یہہ بھی کہتا ہی کہ اس کے زمانہ میں اسرائیل کے دس قبیلے ہنوز جلاوطنی میں تھے (دوم سلاطین باب ۱۷ آیت ۲۳) اور نیز باب ۱۷ میں اس نے یہودا اور اسرائیل کی مصیبتوں پر کچھہ تقریر کی ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ یہہ شخص ان مصیبتوں کے بعد ہوا ہی (دوم سلاطین باب ۱۷ آیت ۶ — ۲۳) اور برخلاف اس کے بعض نقلیں اس میں ایسی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ قبل زمانہ قید بابل یعنی عہد بخت نصر ہی مثلاً اول سلاطین باب ۸ آیت ۸ سے ظاہر ہوتا ہی کہ عہدنامہ کا صندوق ہنوز ہیکل میں موجود تھا اور پھر باب ۱۲ آیت ۱۹ سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہی اسرائیل کی بادشاہت ہنوز قایم ہی پھر کسی جگہہ باب ۶ آیت ۱ و ۳۷ و ۳۸ میں زیو اور بول [illegible] یعنی زیو اور تشرین کے مہینوں کا نام ہی حالانکہ قید بابل کے زمانہ سے اگلا یہہ نام متروک ہوگیا تھا اور کبھی کبھی اسکا مصنف ایسا لکھتا ہی جیسا کوئی واقعات معاصر کو لکھے اور حاضر ماجرا ہو ان وجوہوں پر نظر کرنے سے یہود کا وہ دعویٰ کہ یہہ کتاب عزرا نبی کی لکھی ہوئی ہی باطل ہوتا ہی اور ایسا پایا جاتا ہی کہ اصل میں مختلف قسم کی تحریروں یادداشتوں اور شاہی روزنامچوں سے اور زبانی روایتوں اور بعضی مشہور اور متواتر خبروں سے یہہ کتاب تالیف ہوئی تھی ۔

اسی کتاب کے ہم مضمون ایک دوسری کتاب دبری ہیمیم ہی وہ بھی ایسی ہی کہ اُس میں مختلف تحریروں سے اخذ کرکے لکھا گیا ہی اور کچھہ تو قبل زمانہ بخت نصر کی ہی اور کچھہ بعد کی ہی ۔

بعضوں نے قیاس کیا ہی کہ اُسی شخص کی تصنیف یا تالیف ہی جس کی کتاب ملاخیم ہی مگر واقعات کی تاریخوں میں اور اُن کے بیان میں اور نسب ناموں میں اختلاف کثیر کی وجہہ سے یہہ خیال بالکل غلط نکلتا ہی — یہود کی راے میں یہہ کتاب حضرت عزرا نبی کی ہی جنھوں نے بعد قید بابل ذکریا اور حجی نبیوں کی مدد سے اُس کو تالیف کیا یعنے اپنے زمانہ کی اور اگلی کتابوں سے اخذ کرکے اُسے مرتب کیا اور اس راے کی تائید میں وہ یہہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کی طرز تحریر اور سیاق کلام عزرا نبی کی عبارت سے بہت مشابہ ہی اور اس کتاب کی اخیر تین آیتیں عزرا نبی کے صحیفہ کی پہلی تین آیتوں سے بہت قریب قریب ملتی ہیں اور دوسرے یہہ کہ اُس کا مصنف قید بابل کے بعد بھی زندہ تھا کیونکہ اُس نے قورش بادشاہ کے حکم کا ذکر کیا ہی اور اُسنے داؤد کا نسب نامہ زروبابل تک لکھا ہی مگر اُس کے خلاف یہہ امر ہی کہ اُس کے مصنف نے زروبابل کا نسب نامہ بارہ پشت تک لکھا ہی اس وقت تک حضرت عزرا زندہ نہ تھے — مگر ممکن ہی کہ یہہ نسب نامہ الحاقی ہو اور ایسا اکثر ہوتا ہی پس یقین تو نہیں ہوسکتا مگر گمان غالب ہی کہ یہہ کتاب حضرت عزرا کی تالیف اور مرتب کی ہوئی ہو ۔

اب دیکھو کہ باوجودیکہ یہہ دونوں کتابیں باہم تطبیق ہیں اور جو تاریخی واقعات ایک میں ہیں وہ دوسری میں بھی ہیں مگر یہہ قصہ موضوع و مفتری ہی کہ حضرت سلیمان نے سات سو جوروئیں اور تین سو حرمیں کیں اور اُن کی وجہہ سے بت پرستی اختیار کی (کتاب اول سلاطین باب ۱۱ — آیت ۱ — ۱۵) اس کتاب دبری ہیمیم میں نہیں ہی اور چونکہ یہہ کتاب غالباً حضرت عزرا نبی کی تالیف کی ہوئی ہی پس ظن غالب پیدا ہوا ہی کہ اُنھوں نے اس قصہ کو باطل اور تہمت سمجھکر چھوڑ دیا ہی ۔

اگر یہہ بات نہ بھی ہو تاہم اس مضمون کا ایک دوسری کتاب میں جس کا موضوع اور منشاء وہی ہی جو اس کتاب کا ہی نہ پایا جاتا اور ظاہر نظر میں اس مضمون کا بالکل خلاف حکمت سلیمان اور منافی منصب نبوت ہوتا کیوں صرف ایک غیر مستند روایت کے اعتبار پر لایق قبول نہوگا ۔

راقم —
چراغ علی

بمقام علیگڈھ — مطبع علیگڈھ انسٹیٹیوٹ میں چھپا اور حافظ